فتنہ نیچریت کی

ابتدا (سر سید احمد خاں کا فتنہ)

از علامہ عبد الحکیم اختر خاں
شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ بانیِ نیچریت کے کارنامے

گاندھی نے ایک جانب انڈین نیشنل کانگریس بنا کر برٹش گورنمنٹ کے ہندوؤں کے بارے میں جو شکوک وشبہات تھے اُنھیں دور کرنا شروع کیا اور حکومت کی حمایت کا دم بھرنا کانگرسی لیڈروں کا شعار بنا دیا اور دوسری طرف ہندو قوم کے سامنے ایسے اصول رکھے کہ چند ہی سالوں میں دولت، تعلیم، خوشحالی اور ظاہری عزّت ہندوؤں کے پاس جمع ہونی شروع ہو گئی۔ ہندو قوم ہر لحاظ سے اِتنی مضبوط و مستحکم ہو گئی کہ وُہ جب چاہتے تو حکومتِ وقت کی چُولیں ہلا کر رکھ دیتے اور انگریز کی حکومت نہ ہوتی تو مسلمانوں کو علی الاعلان کچّا چبا جاتے، کیونکہ حکومت کی مشینری کے بیشتر کل پُرزے ہندو تھے۔

اِس صورتِ حال کے ابتدائی تیور دیکھتے ہی برٹش گورنمنٹ کی نظرِ انتخاب نے مسلمانوں سے سرسیّد احمد خاں صاحب کو چُن لیا۔ مسلمان قوم کو انگریزوں کے قریب لانے کی تلقین کی، تاکہ سابقہ اور موجودہ حاکم قوموں کے درمیان جو منافرت پیدا ہو چکی تھی وُہ دُور ہو جائے۔ یہ اُسی صورت میں ممکن تھا کہ ملّتِ اسلامیہ کو غیرتِ ملّی سے عاری کر کے اینگلو انڈین مسلمان بنا دیا جائے، اُن کا رُخ حرم سے لندن کی جانب پھیر دیا جائے نیز انگریزوں اور مسلمانوں میں "من تُو شدم تُو من شدی" والا معاملہ ہو۔ ایک انگریز اور مسلمان میں ماسوائے اِس کے اور کوئی فرق نہ ہو کہ وہ خود کو عیسائی اور یہ مسلمان کہتا رہے۔ سرسیّد احمد خاں صاحب اِس بات پر آمادہ ہو گئے اور اُنھوں نے ایک جانب مسلمانوں کو انگریزوں کے قریب لانے کی کوشش شروع کر دی تو دوسری طرف اسلام اور عیسائیت کا فرق مٹانے کی مہم کا آغاز کر دیا۔

اِسلام ہی ایک سچّا دین ہے اور اِس کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں سب جھوٹے اور باطل ہیں۔ اسلام ایسا کامل اور مکمل دین ہے جس میں کسی غیر اسلامی نظریئے کو شامل کرنے کی

قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ جھوٹے مذاہب میں سے ایک مذہب والا اگر دوسرا مذہب اختیار کر لے یا دوسرے مذہب کے قریب ہو جائے تو اُس کا اُسی طرح کچھ نہیں بگڑتا جس طرح ایک نجاست میں دُوسری ملا دینے سے پلیدی میں کوئی فرق نہیں آتا لیکن اسلام میں باطل مذاہب کا ایک نظریہ شامل کر لینے سے وہی نتیجہ سامنے آتا ہے جو دودھ کے کسی بھرے ہُوئے ٹب میں پیشاب کا ایک قطرہ ڈالنے سے برآمد ہوتا ہے کہ سارا دودھ پلید اور ناقابلِ استعمال۔ اسی طرح کسی مسلمان کہلانے والے کا ایک غیر اسلامی نظریہ اختیار کر لینا اُس کے اِسلامی دعوے کو غلط بنا دیتا ہے اور شریعتِ مطہرہ ایسے کسی بھی شخص کو مسلمان تسلیم کرنے کی روادار نہیں ہے۔

گاندھی اگر اپنی قوم کو انگریزوں اور عیسائیت کے قریب لے گیا تو اس سے ہندوؤں کی بدمذہبی میں کیا فرق آیا؟ لیکن عیسائیت کے نزدیک جانے والے مسلمانوں کے پلّے کیا رہ گیا؟ دین و ایمان سے ہاتھ دھونے کے بعد اگر دولت و وجاہت ہاتھ بھی آئی تو یہ دنیاوی زینت آخرت میں کس کام آئے گی جبکہ ایمان جیسی متاعِ عزیز ہی گنوا دی جس پر اُخروی نجات کا دارومدار ہے۔

سر سیّد احمد خاں صاحب نے مسلمانوں کو برٹش گورنمنٹ کے قدموں میں جھکانے کی جو کوشش کی اُس کے بارے میں موصوف اور اُن کے حامیوں کے چند بیانات بابِ چہارم میں پیش کیے جائیں گے، انشاءاللہ تعالیٰ۔ یہاں صرف یہ پہلو اجاگر کرنا ہے کہ اُنھوں نے مسلمانوں کو عیسائیت کے نزدیک لے جانے نیز اسلام اور عیسائیت کا فرق مٹانے کی کہاں تک کوشش کی؟ ہمارے مذکورہ بالا خیالات کو سر سیّد احمد خاں صاحب کے دستِ راست یعنی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی کے مندرجہ ذیل بیان کی روشنی میں پرکھا جا سکتا ہے۔ اُنھوں نے لکھا ہے:

> "سر سیّد نے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جن دو باتوں کو مسلمانوں کی آئندہ بہبودی کے لیے ضروری سمجھا تھا، اُن کے لیے انگلستان کا سفر کرنا ضروری تھا۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ جب تک مسلمانوں میں مغربی تعلیم نہ پھیلے گی اور جب تک مسلمانوں اور انگریزوں میں موانست اور میل جول پیدا نہ ہوگا اُس وقت تک مسلمانوں کا پنپنا اور ہندوستان میں عزت سے رہنا دُشوار ہے۔ گو وہ اب تک اِن دُو تدبیروں میں

برابر سرگرم رہے مگر جس حد تک وُہ اپنا منصوبہ پُورا کرنا چاہتے تھے اُس کے لحاظ سے اِن کو ولایت کا سفر کرنا ضروری معلوم ہوا۔" [1]

ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی صاحب یہ فرمانے لگیں کہ مذکورہ بیان سے مغربی تعلیم کا حصول اور انگریزوں سے میل وجول کی کوشش تو ضرور ثابت ہوتی ہے لیکن اسے عیسائیت کے قریب لے جانا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایسے حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ سر سیّد احمد خاں صاحب نے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی، جس میں آیاتِ قرآنیہ کے مفہوم و مطالب ساری اُمتِ محمدیہ کے برعکس اور ہی کچھ بتائے ہیں۔ حالی صاحب اس تفسیر کی توصیف میں یُوں رقمطراز ہیں:

"الحمدللہ اِس حق گو تفسیر کی بدولت روحانی مہلک بیماریوں کو آج غسلِ صحت ملا۔ مسلمانوں کے پاک دلوں میں وُہ گندی گندی باتیں جمی ہوئی تھیں جیسے کعبے میں بُتاں۔ اب اُن کا یک بیک دُور ہونا خدا کے مقدس کلام کی سچّی تفسیر کا نتیجہ ہے۔ ہم اِس احسان کے بدلے اپنی کھال کی جُوتیاں بنا دیں تو حضرت کی تفسیر کے ایک فقرے کا معاوضہ نہ ہوگا۔" [2]

سر سیّد احمد خاں صاحب نے بائیبل کی تفسیر بھی لکھی اور عیسائی حضرات کو اطمینان دلاتے ہوئے اپنا مطمحِ نظر یُوں بیان کیا:

"یقیناً میں بھی بائبل کا اُتنا ہی طرف دار اور مؤید ہوں جس قدر کہ آپ ہیں۔ میرا مقصد ہے کہ میں ڈاکٹر کلنزو کے اعتراضات کا اپنی تفسیر کے مناسب حصّوں میں، جب اُن کا موقع آئے، جواب دوں۔" [3]

مذکورہ تفسیر کے بارے میں خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنے تاثرات یُوں سپردِ قلم کیے تھے:

"یہ تفسیر جو انجیل کو بجائے لغو سمجھنے کے، جیسا کہ اب تک خیال تھا، واجب التعظیم بیان کرتی ہے، اور اِس کا ثبوت خود قرآن سے دیتی ہے، اِس قابل ہے کہ

---

[1] الطاف حسین حالی: حیاتِ جاوید، ص ۲۰۱ [2] ایضاً: ص ۷۰۰

[3] ایضاً: ص ۱۷۲

اِس کا ترجمہ مسلمانوں کی ہر زبان میں اور بالخصوص عربی میں ہو کیونکہ مسلمانوں کے واسطے سے اِس سے مفید بات اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ وہ انجیل کو اُسی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائیں جس نگاہ سے وُہ قرآن کو دیکھتے ہیں'' ۔[1]

جناب حالی صاحب کے آخری الفاظ بار بار پڑھنے کے قابل ہیں ۔ کیا اب بھی کوئی شک و شبہ باقی رہ گیا کہ مسلمانوں کو ایمان سے محروم کر کے نیم عیسائی بنانے کی یہ ایک پُراسرار سازش تھی جس کا جال برٹش گورنمنٹ نے پھیلایا اور سرسیّد احمد خاں صاحب نے حکومت کے اِس منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا ۔ موصوف نے اِسی منصوبے کے تحت پُورے دین میں ترمیم کی اور حکومت کے اشارے پر ایسا اسلام مرتب کیا ، جس کے پیروکار اور ایک کھُلے غیر مسلم میں ماسوائے مسلم اور غیر مسلم کہلانے کے اور کوئی فرق باقی نہیں رہتا ۔ سرسیّد احمد خاں صاحب نے مقدس اسلام میں جو کتر بیونت کی اُس کا خلاصہ جناب حالی پانی پتی نے یُوں پیش کیا ہے :

۱ ۔ اجماع حجت شرعی نہیں ہے ۔

۲ ۔ قیاس حجت شرعی نہیں ہے ۔

۳ ۔ تقلید واجب نہیں ہے ۔

۴ ۔ قرآن کا کوئی حکم جو ایک آیت میں بیان ہُوا تھا کسی دُوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا اور نہ قرآن کی کسی آیت کی تلاوت منسوخ ہُوئی اور سورۂ بقر کی اِس آیت سے کہ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا ۔ قرآن کی کسی آیت کا ناسخ اور کسی کا منسوخ ہونا مراد نہیں ہے بلکہ اُس کا بعض آیتوں سے شرائع سابقہ کے بعض احکام کا منسوخ ہونا مراد ہے ۔

۵ ۔ قرآن میں کسی طرح کی زیادتی یا کمی یا تغیر و تبدل واقع نہیں ہُوا ۔ وُہ جس طرح اور جس قدر نازل ہُوا تھا اُسی قدر زمانۂ نزول سے آج تک محفوظ ہے اور جن روایتوں سے زیادتی یا کمی یا تغیر و تبدل کا ہونا یا بعض صحابہ کے اقوال سے قرآن کا توارد ہونا پایا جاتا ہے وہ سب موضوع ، وہ مفتریٰ ہیں ۔

---

[1] حالی پانی پتی : حیاتِ جاوید ، ص ۱۷۲

۶۔ صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی بھی تمام حدیثوں کو، جب تک اصولِ علمِ حدیث کے موافق اُن کی جانچ نہ کی جائے، قابلِ وثوق نہیں سمجھنا چاہیے۔

۷۔ شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اُس سے کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہیں ہے، بلکہ خود انسان میں جو نفسِ امارہ یا قوتِ بہیمیہ ہے، وہ مراد ہے۔

۸۔ طیور منخنقہ جن کو نصاریٰ نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو، مسلمانوں کو اُن کا کھانا حلال ہے۔

۹۔ چونکہ خبرِ واحد میں احتمالِ صدق و کذب باقی رہتا ہے، اِس لیے جو اعتراض اخبار احاد کی بنا پر اسلام کی نسبت کیے جاتے ہیں، اِسلام اُن کا جواب دِہ نہیں ہے۔

۱۰۔ سوا اُن کفار و مشرکین کے جن کا قرآن کی اِس آیت میں ذکر کیا گیا ہے یا جو اِس آیت کے مصداق ہوں کہ: انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم۔ تمام کفار و مشرکین سے دوستی و موالات کرنا جائز ہے۔

۱۱۔ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی کتابوں میں تحریف لفظی واقع نہیں ہوئی بلکہ صرف تحریف معنوی ہوئی ہے مگر اِسی کے ساتھ اُن کا اوّل سے آخر تک الہامی ہونا اور غلطی سے پاک ہونا غیر مسلم ہے۔

۱۲۔ ہر شخص اُن مسائل میں جو قرآن یا حدیث صحیح میں منصوص نہیں ہیں، آپ اپنا مجتہد ہے۔

۱۳۔ حضرت ہاجرہ جو اسمٰعیلؑ کی ماں ہیں وہ جیسا کہ بعض روایتوں میں مذکور ہے، درحقیقت لونڈی نہ تھیں بلکہ رقیون بادشاہِ مصر کی بیٹی تھیں۔ رقیون نے اُن کو صرف تربیت کے لیے حضرت سارہ کے ساتھ کر دیا تھا۔

۱۴۔ وضع و لباس وغیرہ میں کفار کے ساتھ تشبہ شرعاً ممنوع نہیں ہے۔

۱۵۔ قرآن کی کسی آیت سے جبر پر اور کسی سے قدر پر استدلال کرنا، جیسا کہ متکلمین نے اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لیے کیا ہے، مقصدِ شارع کے برخلاف ہے، کیونکہ جن آیتوں سے اِس مسئلہ کو استنباط کیا جاتا ہے، اُن آیتوں سے بندوں کے مجبور یا مختار ہونے کا تصفیہ کرنا مقصود نہیں ہے ورنہ آنحضرت مسئلہ مذکور کے متعلق بحث کرنے والوں پر غضب ناک ہو کر یہ نہ فرماتے کہ: أَبِھٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِھٰذَا

اُمّ دِ سلتُ۔

۱۶۔ معراج اور شقِ صدر دونوں رُؤیا میں واقع ہوئے ہیں نہ کہ بیداری میں، کیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور کیا مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں تک۔

۱۷۔ ممکن ہے کہ جس طرح انسان سے فروتر مخلوقات موجود ہے اسی طرح اُس سے بالاتر مخلوقات، جس کا ہم کو علم نہیں، موجود ہو، لیکن ملائک یا ملائکہ کے الفاظ جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں اُن سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے مختلف قویٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے مادّے میں ودیعت کیے ہیں جیسے پہاڑوں کی صلابت، پانی کا سیلان، درختوں کا نمو، برق کی قوتِ جذب و دفع وامثال ذالک، اُنھیں کو ملائک یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۸۔ آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصّہ جو قرآن میں بیان ہُوا ہے یہ کسی واقعے کی خبر نہیں ہے بلکہ یہ ایک تمثیل ہے جس کے پیرائے میں انسان کی فطرت اور اُس کے جذبات اور قوتِ بہیمیہ جو اُس میں ودیعت کی گئی ہے، اُس کی بُرائی یا دشمنی کو بیان کیا گیا ہے اور اِس قسم کی اور بھی متعدد تمثیلیں قرآن میں موجود ہیں۔

۱۹۔ معجزہ دلیلِ نبوّت نہیں ہو سکتا۔

۲۰۔ قرآن میں آنحضرت صلعم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۔ آیہ: الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم میں جو ضمیر مفعول لفظ یعرفونہ میں ہے، وہ جیسا کہ عام مفسرین لکھتے ہیں، آنحضرت کی طرف عائد نہیں ہوتی بلکہ جیسا ابن عباس، قتادہ، ربیع اور ابنِ زید سے منقول ہے تحویلِ قبلہ کے معاملے کی طرف پھرتی ہے، جس کا ذکر اِس آیت سے پہلے اور اِس کے بعد کیا گیا ہے۔

۲۲۔ آیتِ میراث سے وصیّت کا حکم، جو آیتِ وصیّت میں والدین اور دیگر ورثاء کے لیے تھا، منسوخ نہیں ہوا۔ پس جو وصیّت وارث کے حق میں کی جائے وہ نافذ ہے۔

۲۳۔ جو لوگ مشکل سے روزہ رکھتے ہیں وہ آیہ: وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے بموجب روزوں کے بدلے فدیہ دے سکتے ہیں۔ بعض دیگر علماء فدیہ کی

اجازت کو خاص کر معمر لوگوں کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں مگر سرسیّد کے نزدیک یہ حکم عموماً اُن سب لوگوں کے لیے ہے جن کو روزہ رکھنا شاق ہو، خواہ بڈھے ہوں اور خواہ جوان۔ لیکن بہ نسبت فدیہ دینے کے اُن کو روزہ رکھنا بہتر ہے۔

۲۴۔ جس ربا یعنی سُود کی حرمت قرآن میں بیان ہُوئی ہے، اُس سے اُسی قسم کا ربا مراد ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب میں جاری تھا اور جس کی مثال ہمارے ملک کے سُود خواروں اور رہٹیوں میں، جن کا پیشہ سُود خواری ہے، پائی جاتی ہے۔ مگر اِس سے اُس منافع کی حرمت جو پرامیسری نوٹوں پر لیا جاتا ہے ثابت نہیں ہوتی۔ اِس کے سِوا کسی گورنمنٹ یا کمپنی کو جو ملک کی ترقی کے لیے روپیہ قرض لے، اُس کو سُود پر روپیہ دینا یا کسی جماعت کا رفاہِ عام کے کام کے لیے چندہ جمع کرے، اُس روپیہ کا سُود میں لگانا اَور اُس کے منافع سے رفاہِ عام کے کام کرنا، یہ بھی ربا میں داخل نہیں ہے۔

۲۵۔ قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت ہو۔

۲۶۔ شہدا کی نسبت جو قرآن میں آیا ہے کہ اُن کو مُردہ نہ سمجھو بلکہ وُہ زندہ ہیں، اِس سے اُن کا علوِ درجات اور روحانی خوشی اور دنیا میں مثالِ قابلِ تقلید چھوڑنا مراد ہے، نہ یہ کہ وہ درحقیقت زندہ ہیں اور مثل زندوں کے کھاتے پیتے ہیں۔

۲۷۔ صور کا لفظ جو قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے اُس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل نرسنگھے یا سنکھ یا تری یا قرنا کے مراد نہیں ہے بلکہ یہ محض استعارہ ہے کہ جس طرح تری کی آواز پر لشکر جمع ہو جاتے ہیں اِسی طرح خدا کی مشیّت اور ارادہ سے بعث وحشر واقع ہو گا۔

۲۸۔ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء و افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثوں میں بیان ہوا ہے وُہ سب بطریقِ مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہُوا ہے اور اِسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہُوا ہے، وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے نہ حقیقت پر۔

۲۹۔ قرآن میں جو خدا کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے، اِس سے کسی واقعہ کی خبر دینی مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہودیوں کے اِس اعتقاد کی تردید مقصود ہے کہ

خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنے کے بعد ساتویں دن آرام لیا اور اِسی لیے جو کچھ اُن کا عقیدہ خلقِ زمین و آسمان کی نسبت تھا اُس کو قرآن میں اُسی طرح بیان کر کے فرمایا کہ وَمَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ۔ کیونکہ شارع کا مقصد حقایقِ اشیاء سے بحث کرنا یا جو باتیں حقائق کے برخلاف ہوں اُن پر ردّ و قدح کرنا نہیں ہے بلکہ جو خیالات لوگوں کے دل میں خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کے خلاف تہہ نشین ہوں اُن کا زائل کرنا ہے۔

۳۰۔ قرآن میں جا بجا قدیم قوموں میں بدیاں اور بد اخلاقیاں پھیل جانے کے بعد اُن پر طرح طرح کے عذابِ نازل ہونا اور کسی قوم کو آندھی اور طوفان سے، کسی کو زلزلہ سے، کسی کو ٹڈیوں اور دیگر حشرات کے مسلّط کرنے سے اور کسی کو کسی اور کسی کو کسی عذاب سے برباد کرنا بیان ہُوا ہے، اِس کا یہ مطلب نہیں کہ درحقیقت اُن کے گناہ اور معاصی عذاب نازل ہونے کا باعث ہُوئے تھے بلکہ ابتدائے آفرینش سے یہ خیال تمام قوموں میں چلا آتا تھا کہ جو ہولناک حادثے دنیا میں واقع ہوتے ہیں وہ انسان کے گناہوں کی کثرت کے سبب ہوتے ہیں اور انبیائے کرام کا کام یہ ہے کہ جن خیالات پر لوگ مجبول ہوئے ہیں اگر وُہ خیالات مقاصدِ نبوّت کے منافی نہیں ہیں بلکہ اُن کی تائید کرنے والے ہیں تو وُہ اُن خیالات کی صحت یا غلطی سے کچھ تعرض نہیں کرتے بلکہ اُنھیں خیالات کے موافق اُن سے خطاب کرتے ہیں۔

۳۱۔ خدا کا دیدار کیا دنیا میں اور کیا عقبیٰ میں، نہ اِن ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے اور نہ دل کی آنکھوں سے۔

۳۲۔ قرآن مجید میں جو جنگِ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے، اُس سے اُن لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔

۳۳۔ صفاتِ باری تعالیٰ عین ذات ہیں، نہ غیر ذات اور نہ لاعین ولا غیر، جیسا کہ اشاعرہ کا مذہب ہے۔

۳۴۔ حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا کسی بات سے ثابت نہیں ہوتا۔

۳۵۔ کوئی امر عادتِ الٰہی اور قانونِ طبیعی کے خلاف کبھی وقوع میں نہیں آتا۔

۳۶۔ قرآن میں جو کفار سے بطور معارضہ کے کہا گیا ہے کہ تم کو اِس کتاب کے مِنْ عِنْدِ اللّٰہ ہونے میں شک ہو تو اِس کی مثل کوئی سورت یا چند آیتیں تم بنا لاؤ۔ اِس سے جیسا کہ اکثر اہلِ اسلام خیال کرتے ہیں، یہ مراد نہیں ہے کہ ایسا فصیح کلام تم نہیں بنا سکتے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسا کلام جو عالم اور فلسفی اور حکیم سے لے کر جاہلوں، صحرا نشین بدوؤں اور اونٹ چرانے والوں تک سب کی ہدایت کے لیے یکساں مفید اور سب کی سمجھ اور علم کے موافق ہو، بنا لینا تمھاری طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔

۳۷۔ نبوت کا ملکہ نبی کی اصل فطرت میں ودیعت ہوتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اَلنَّبِیُّ نَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔ وہ ماں کے پیٹ سے نبی ہوتا ہے اور جس طرح تمام ملکات اور قوائے فطری بتدریج ترقی کرتے ہیں، اُسی طرح ملکۂ نبوت بتدریج ترقی پاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ کمال کے درجے کو پہنچ جاتا ہے تو اُس سے وہ ظہور میں آتا ہے جو اُس کا مقتضٰی ہوتا ہے اور جس کو عرفِ عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اِس لیے جو وحی اُس پر نازل ہوتی ہے وہ کسی ایلچی یا قاصد (یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہیں ہوتی بلکہ خود بخود ایک چیز اُس کے دل سے اُٹھتی ہے اور اُسی پر گرتی ہے

۳۸۔ قرآن سے جنات کا ایسا وجود جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہوائی آگ کے شعلے سے پیدا ہوئے ہیں اور اُن میں مرد و عورت دونوں ہوتے ہیں، جس شکل میں چاہتے ہیں ظاہر ہو سکتے ہیں، آدمی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ، ثابت نہیں ہوتا۔

۳۹۔ انبیائے بنی اسرائیل اور قوم بنی اسرائیل کے قصے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں، اُن میں جس قدر باتیں بظاہر قانونِ فطرت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، وہ سب در حقیقت اُس کے مطابق بیان کی گئی ہیں مگر مفسرینِ اہلِ اسلام نے یہودیوں کی پیروی سے اُن کے معانی ایسے بیان کیے ہیں جو قانونِ فطرت کے خلاف ہیں۔

۴۰۔ طوفانِ نوح جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے، عام نہ تھا بلکہ اُسی قوم اور اُسی ملک میں محدود تھا، جس پر حضرت نوح مبعوث ہوئے تھے۔

۴۱۔ حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت سارہ کی عمر اُس حد کو نہیں پہنچی تھی جبکہ عادۃً اولاد کا

ہونا غیر ممکن ہے۔ [۱]

نوٹ: اِس سے بھی بڑھ کر سر سیّد احمد خاں صاحب نے چند مسائل و نظریات کے ذریعے شریعتِ محمدیہ کو غتر بود کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ مسلمان اپنی ایمان جیسی متاعِ عزیز کو گنوا کر صرف اینگلو انڈین مسلمان بن جائیں۔ چنانچہ موصوف نے اُمتِ محمدیہ سے ایسے جتنے نظریات میں اختلاف کیا اُن کا خلاصہ حالی پانی پتی کے لفظوں میں گزشتہ ترتیب کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

۴۲۔ اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا ہے اور آیہ من وفدا جو سورۂ محمد میں ہے وہ نہایت صراحت کے ساتھ اِس بات پر دلالت کرتی ہے۔

۴۳۔ دعا ایک قسم کی عبادت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الدعاء ھوا لعبادۃ، پس دعا کے مستجاب ہونے سے اُس کا مطلب جس کے لیے دعا کی جاتی ہے، حاصل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ جو معنی عبادت کے قبول ہونے کے ہیں، وہی معنی دُعا کے مستجاب ہونے کے ہیں۔

۴۴۔ آیت یا آیاتِ بیّنات کے الفاظ جو قرآن مجید میں جا بجا آتے ہیں اُن سے وہ احکام یا مواعظ و نصائح مراد ہیں، جو خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے انبیاء پر نازل فرمائے ہیں، نہ کہ معجزات، جیسا کہ عموماً علمائے اسلام نے بیان کیا ہے۔

۴۵۔ حضرت علیٰسی کی نسبت جو یہودی کہتے تھے کہ ہم نے اُن کو سنگسار کر کے قتل کیا اور عیسائی کہتے تھے کہ یہودیوں نے اُن کو صلیب پر قتل کیا تھا، یہ دونوں قول غلط ہیں بلکہ بلاشبہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر صلیب پر موت واقع نہیں ہُوئی اور اِسی لیے قرآن میں وما قتلوہ وما صلبوہ کے الفاظ واقع ہُوئے ہیں، جس سے یہ مراد ہے کہ موت مصلوب کرنے سے مقصود تھی، وہ واقع نہیں ہوئی۔

۴۶۔ اگر مرد کو یہ احتمال بھی ہو کہ متعدد ازدواج میں عدالت کر سکے گا، تو اُس کو ایک سے زیادہ

---

[۱] حالی پانی پتی: حیاتِ جاوید، ص ۶۰۴ تا ۶۱۰

جورو کی اجازت نہیں ہے۔

۴۷۔ سارق کے لیے قطعِ ید کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی ہے لازمی نہیں ہے کیونکہ اگر لازمی ہوتی تو فقہا اُس کو مالِ مسروقہ کی ایک خاص مقدار کے ساتھ مشروط نہ کرتے اور نیز صحابہ کے وقت میں متعدد موقعوں پر سارق کو صرف قید کی سزا نہ دی جاتی۔

۴۸۔ قرآن میں جِنّ اور اجنّہ کے الفاظ سے چھپے ہوئے پہاڑی اور صحرائی لوگ مراد ہیں، نہ کہ وہ وہمی مخلوق جو دیو اور بھوت وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہے۔

۴۹۔ سورۂ فیل میں جن الفاظ سے اصحابِ فیل پر ابابیل کا کنکریاں پھینکنا مراد دیا جاتا ہے وہ درحقیقت مرض چیچک سے استعارہ ہے، جس کی نسبت تاریخ سے ثابت ہے کہ پہلے پہل مرض چیچک عرب میں اُسی سال نمودار ہوا جبکہ ابرہہ نے مکّہ پر چڑھائی کی تھی۔

۵۰۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیائے سابقین کے قصوں میں جس قدر واقعات بظاہر خلافِ قانونِ فطرت معلوم ہوتے ہیں، جیسے یدِ بیضا، عصا کا اژدہا بن جانا، فرعون اور اُس کے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسیٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلّی کا ہونا، گوسالہ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، منّ و سلویٰ کا اُترنا، عیسیٰ کا گہوارہ میں بولنا، خلقِ طیر، اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا، مُردوں کو زندہ کرنا، مائدہ کا نزول وغیرہ وغیرہ اُن کی تفسیر میں جو کچھ سرسید نے لکھا ہے وہ غالباً پہلے کسی مفسر نے نہیں لکھا۔

۵۱۔ قرآن مجید میں دو طرح کا کلام پایا جاتا ہے: ایک مقصود اور دوسرا غیر مقصود۔ پس جو کلام غیر مقصود ہے اُس سے کسی بات کے اثبات یا نفی پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کفّار کے رحمتِ الٰہی سے محروم ہونے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ: لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، چونکہ اصل مقصود اُن کے حرمان کا بیان ہے اور اُس کو اس پیرایے میں بیان کیا گیا ہے، اس لیے اس کلام کو غیر مقصود سمجھا جائے گا اور اس سے اس بات پر کہ آسمان میں فی الواقع دروازے موجود ہیں، استدلال نہ ہو سکے گا۔

۵۲۔ شریعتِ اسلامیہ میں تمام احکام دو قسم کے ہیں: ایک اصلی اور دوسرے محافظِ احکامِ اصلی۔ جن احکام پر اسلام کی بنیاد قایم ہے وہ صرف احکامِ اصلی ہیں، جن میں حکم ایسا نہیں کہ قانونِ

فطرت کے خلاف ہو، اور دوسری قسم کے احکام سے فقط احکام اصلی کی محافظت مقصود ہے نہ یہ کہ وہ خود مقصود بالذات ہیں۔ پس اُن کی نسبت یہ بحث بالکل بے محل ہے کہ وہ قانونِ فطرت کے مطابق ہیں یا نہیں۔ لیکن چونکہ دونوں لازم وملزوم ہیں اِس لیے عملاً دونوں کا درجہ برابر ہے۔ مثلاً نماز کے متعلق اصلی حکم صرف توجہ الی اللہ ہے، باقی جس قدر احکام اِس سے متعلق ہیں مثل وضو وقیام وقعود ورکوع وسجود اور استقبالِ قبلہ وغیرہ یہ سب اِس کے محافظ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مرض یا عذر کی حالت میں سب ساقط ہو سکتے ہیں مگر توجہ الی اللہ کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتی۔ لیکن جب تک کوئی عذر مانع نہ ہو دونوں کا بجالانا ضروری ہے۔"[1]

شریعتِ مطہرہ کو انگریز بہادر کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر بازیچۂ اطفال بنا کر یوں بیدردی سے پامال کرنا جس شخص نے اپنا شعار بنا لیا ہو اور مسلمانوں کو علی الاعلان ایسا ہی مسلم نما عیسائی بننے کی دعوت دیتا رہا ہو، چاہیے تو یہی تھا کہ اسلام کی حقانیت پر یقین رکھنے والے اُس سے کنارہ کش رہتے اور اکثر حضرات نے ایسا ہی کیا لیکن برٹش گورنمنٹ کے پجاریوں نے اُس دشمنِ دین وایمان کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیے۔ چنانچہ خواجہ الطاف حسین حالی نے لکھا ہے:

"سر سید احمد خاں کے جہاں ہم پر اور بہت سے احسانات ہیں، اُنہیں میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے ایک ایسی بے بہا زندگی کا نمونہ چھوڑ گئے ہیں، جس سے بہتر ہم اپنی موجودہ حالت کے مطابق کوئی نمونہ قوم کی تاریخ میں نہیں پاتے۔"[2]

خدا کا شکر ہے کہ سر سید احمد خاں صاحب کا جاری کردہ نیچری فرقہ کبھی کا اپنی موت مر چکا ہے لیکن اُس کے زہریلے اثرات تاحال مسلمانوں کے خرمنِ دین وایمان کو تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔

---

[1] حالی پانی پتی: حیاتِ جاوید، ص ۶۱۰ تا ۶۱۲

[2] ایضاً: ص ۶۲

زیادہ تر اِس نحوست کا شکار سکولوں اور کالجوں کا تعلیم یافتہ طبقہ ہوتا ہے اور دوسری جانب پرویز یت وہی سرسید احمد خاں کی صدائے بازگشت بنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سچی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

سرسید احمد خاں بھی وہابی تھے۔ مولوی مملوک علی صاحب کی سرکردگی میں جو دہلی کالج سے حکومت اپنے مقصد کے لوگوں کی کھیپ تیار کروا رہی تھی آنجناب بھی اُن میں سے ایک تھے۔ دیوبندی اور نیچری فرقوں کا بیک وقت دیوبند اور علی گڑھ سے ظہور ہوا تھا۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اَور دکھانے کے اور ہوتے ہیں، اِسی طرح ہر تخریب کار کی تصویر کے دونوں رُخ مختلف ہوتے ہیں۔ ایک جانب سے وہ بدصورت معلوم ہوتا ہے تو دوسری جانب سے حسین وجمیل۔ اِدھر سے دیکھیں تو تخریب کار نظر آئے گا اور دوسری طرف سے مصلح وریفارمر۔ اِس سمت سے مکمل بدخواہ نظر آتا ہے تو اُدھر سے خیرخواہ۔ یہ دوغلہ پن ہی ایسے حضرات کو منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اِن کا مقصد تخریب کاری اور اہلِ دین کی بدخواہی ہوتا ہے تاکہ کسی سے منہ مانگا انعام پا سکیں، لیکن جب اہلِ علم و دانش اُن کی حرکتوں سے آگاہ ہو کر بازپرس کرتے اور عوام الناس کو اُن کے شر سے محفوظ رہنے کی ہدایت کرتے ہیں، تو ایسے حضرات اپنی دوغلی تصویر کا دُوسرا رُخ سامنے کر دیتے ہیں کہ دیکھیے صاحب اِنَّا مَعَکُمْ ط اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ لیکن علمائے کرام اُن کے دھوکے میں آنے والے کہاں؟ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ نئے لباس میں وہی پُرانے بہروپیے آ رہے ہیں جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ علمائے اہلسنّت وجماعت سے وابستہ رہیں اور اِسی دین و مذہب کو اپنا مقصدِ حیات بنائے رکھیں جس پر اللہ تعالیٰ کے جملہ مقبول بندے چل کر دونوں جہانوں کی کامیابی حاصل کر گئے اور جن کا نام آج تک مخلوقِ خدا کی زبانوں پر بصد عزت و احترام آتا ہے اور ہر صاحبِ عقل و دانش اُن کی عقیدت کا دم بھرنے پر مجبور ہے۔ اُن حضرات کے راستے کے علاوہ جو کسی اور راستے پر چلنے کی تلقین کرے یا اہلسنّت وجماعت کے مذہب کو یا اُس کے بعض عقاید و نظریات کو اپنی تحقیق کے سانچے میں ڈھالے اور اپنے عقلی ڈھکوسلوں کو قرآن وحدیث کا ماحصل اور شریعتِ مطہرہ کا منشا بتائے وہ رہبر کے بھیس میں رہزن ہے۔ ایسے

جملہ حضرات سے مسلمانوں کو ہر وقت خبردار رہنا چاہیے۔ یعنی: ؎

بخوبی جانچ کرلے جنس کی بازارِ ہستی میں
فریب اِن جَو فروشوں سے نہ کھا گندم نمائی کا